بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش زمانہ

شریعت بل کا استرداد

وہ حکومت جو پچھلی تمام حکومتوں سے بڑھ کر اسلام کی خدمت کرنے کی دعویدار ہے اور جس کے بنائے گئے آئین میں اسلام کو ملک کا مملکتی مذہب اور ملک کو اسلامی جمہوریہ قرار دیا گیا ہے۔ اس حکومت کی با اختیار قومی اسمبلی نے اپنے حالیہ اجلاس (اپریل، مئی ۱۹۷۶ء) میں تین ایسے بل مسترد کر دیئے جو اس کے نامۂ اعمال میں، اعمالِ خیر ہرگز نہیں کہلا سکیں گے۔ اور آنے والا مؤرخ اسے عوامی دور کے قرطاس ابیض کے سیاہ ترین دھبے قرار دینے پر مجبور ہوگا۔

پہلا اہم ترین بل وہ تھا جو اسمبلی میں موجود حزبِ اختلاف کے علماء ارکان نے چند دیگر ہمنوا ارکان کے تعاون و اشتراک سے شریعت بل کے نام سے پیش کیا جس کے ذریعہ آئین کی چار دفعات دفعہ ۲، ۳۰، ۲۲۷ اور ۲۶۸ میں ترامیم کرنا تھیں، بالخصوص آئین کی دفعہ ۲ میں جس میں اسلام کو پاکستان کا مملکتی مذہب قرار دیا جا چکا ہے۔ جن کے ذریعہ چار ایسی نئی شقات شامل کروانا تھا جس کی رو سے ہر وہ موجودہ قانون جو قرآن و سنت کے خلاف ہو فی الفور ناجائز قرار دیا جائے اور اس کے ساتھ ہی مملکت اور اسکی صوبائی اور قومی اسمبلیوں، پارلیمنٹ وفاقی اور صوبائی حکومتوں اور دیگر با اختیار اداروں کیلئے یہ ناممکن بنانا تھا، کہ مجوزہ ترامیم منظور ہونے کے بعد وہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون وضع کر سکیں۔ مروجہ اکثر خلافِ شریعت قوانین کا مجوزہ بل منظور ہو جانے کی صورت میں فوری تعطل اور خلا سے بچنے کے لیئے بل میں کہا گیا تھا کہ مقننہ کو اس قاعدے کے اطلاق کو مخصوص شعبوں میں زیادہ سے زیادہ ایک سال کی مدت تک ملتوی کرنے کا اختیار دیا جائے — قومی اسمبلی نے تو ایک عرصہ تک اس بل کو زیرِ بحث لائے جانے سے مختلف طریقوں سے پہلوتہی کرنے کی سعی کی، مگر بالآخر جب ۳۰ اپریل کو شریعت بل ایوان کے سامنے رکھا گیا تو ایوان کی اکثریت نے اسے مسترد کر دیا۔

وفاقی وزیر قانون نے اس موقعہ پر ایک ایسی کونسل (اسلامی مشاورتی کونسل) کا سہارا لیا جو آئین کی منظوری سے لیکر اب تک تشازعہ غیر مؤثر اور اسلامی نظام کو اس ملک میں تعویق اور التواء میں ڈالتے رہنے کا ایک سرد خانہ بنی ہوئی ہے۔ اور ساتھ ہی قوم کو یہ بشارتِ عظمیٰ بھی دی گئی ہے کہ ۱۹۸۰ء تک تمام قوانین قرآن و سنت کے مطابق کر دیئے جائیں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پاکستان کے موجودہ آئین کی دفعہ ۲۲۷ میں اگرچہ یہ ضمانت دی گئی ہے کہ مروجہ جملہ قوانین قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھالے جائیں گے اور اسلامی احکام کے منافی کوئی قانون وضع نہیں کیا جاسکے گا لیکن یہ ہوگا کیسے اس کے طریق کار میں اسلامی مشاورتی کونسل کا ذکر ہے۔ اور اس دفعہ کو بنیادی حقوق اور دیگر اہم قوانین کیطرح عدالتی چارہ جوئی سے بھی مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ آگے آئین میں ایسی اہم مشاورتی کونسل کو کس بے دردی سے غیر مؤثر اور بے اختیار بنا کر رکھ دیا گیا ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ :-

۱۔ اگر کونسل کی رائے میں کوئی مجوزہ قانون قطعی غیر اسلامی بھی ہے، تو اسمبلی اس بات کی پابند نہیں کہ وہ کونسل کی سفارشات کی متابعت کرے۔ ۲۔ کوئی متنازعہ قانون استصواب کے لئے کونسل کے پاس بھیج بھی دیا جائے تو وہ کسی محدود وقت اور میعاد کی پابند نہیں۔ ۳۔ پھر طرفہ تماشا یہ ہے کہ اسمبلی اپنا کوئی ایسا فیصلہ کونسل کے جواب پر موقوف نہیں رکھے گی۔ بلکہ چاہے تو جواب آنے سے پیشتر بھی قانون وضع کرسکتی ہے، اور پھر دوبارہ اس پہ کونسل کے غور کرنے کی گنجائش بھی نہیں رکھی گئی۔ ۴۔ کونسل سے مشورہ لینے یا نہ لینے کو بھی صدر یا گورنر یا اسمبلی کی اکثریت (جو لازماً سرکاری پارٹی کی ہوگی) پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ حزبِ اختلاف ہزار بار چیخے کہ متنازعہ مسئلہ غیر اسلامی ہے اسے کونسل میں بھیج دیا جائے مگر یہ چیخ و پکار صدا بصحرا ہوگی۔ ۵۔ پھر سب سے بڑی خامی کونسل کی ہیئت تشکیلی میں یہ رکھی گئی ہے کہ کسی مسئلہ کی اسلامی حیثیت کے بارہ میں رائے دینے والی کونسل شریعت سے باخبر جید علماء اور اہل افراد کی تعداد اقلیت میں رکھی گئی۔ جو اگر چاہیں بھی تو غیر علماء ارکان سے اپنا فیصلہ نہ منوا سکیں۔ یہ خامیاں جب آئین سازی کے وقت سامنے آئیں تو علماء حق ارکان اسمبلی نے نہایت موثر ترامیم ان دفعات میں پیش کیں اور ہر لحاظ سے اپنی ترامیم کو مدلل اور مبرہن کیا۔ اور صاف کہا گیا کہ اگر حکومت کسی طرح بھی عملاً اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے تیار نہیں تو پھر دکھاوے کیلئے ایسی دفعات کی ضرورت کیا ہے۔ جنہیں آگے طریق کار کے لحاظ سے ذبح کر دیا گیا ہے۔

اس کے بعد جب اسلامی مشاورتی کونسل کی تشکیل ہوئی اور ہیئت تشکیلی سامنے آئی تو جس چیز کا کھٹکا تھا وہی سامنے ہو کر آئی کوئی ایسا مستعد اور فعال عالم رکن اس کونسل میں شامل نہیں کیا گیا جو زندگی کا ایک کافی عرصہ اسلامی تحقیق و تدریس میں گذار چکا ہو اور جو مسلمانوں کے ہاں قابلِ اعتماد راسخ العقیدہ اور مضبوط کردار کا حامل ہو۔ اس صورتحال پہ اسمبلی میں موجود علماء حق نے خاموشی اختیار نہیں کی بلکہ کونسل کی اصلاح اور ارکان کی اہلیت کے بارہ میں حکومت کو توجہ دلادینے کیلئے پارلیمانی آئینی طریقے اختیار کئے گئے، کونسل کی تشکیل کے فوراً بعد رکن قومی اسمبلی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کیطرف سے اسمبلی کو اس قرارداد کا نوٹس دیا گیا کہ "چونکہ کونسل کی تشکیل کے وقت آئین کی دفعہ ۲۲۸ کی مقتضیات پوری نہیں کی گئی ہیں۔ لہذا اسمبلی یہ مطالبہ کرے کہ کونسل کی دوبارہ تشکیل کی جائے اور اس میں ایسے لوگوں کو شامل کیا جائے جو اسلامی تقاضوں اور اہلیت کے مطابق قانون سازی کے کام میں پارلیمنٹ

کی رہنمائی کر سکیں۔" اس قرارداد کا اس وقت سے لیکر اب تک تقریباً ہر اجلاس میں نوٹس دیا جاتا رہا اور اکثر یہ اسمبلی کے ایجنڈے میں بھی تمام اعیانِ حکومت اور ارکان کے سامنے آتا رہا مگر عملاً اسے زیرِ بحث لانے کے بارہ میں آج تک وہی سلوک کیا گیا جو ایسی دیگر قراردادوں، ترامیم اور تحریکات کے ساتھ کیا جاتا رہا ہے۔ اب بھی آنے والے اجلاس میں دوبارہ اس نوعیت کا نوٹس دیا گیا ہے۔

بہرحال یہ تو علماء اور ارکان کا اپنے حد تک مسئولیت اور ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی بات ہے۔ حکومت کا معاملہ اس بارہ میں نہایت افسوسناک ہے اور مستقبل قریب میں شریعتِ محمدی اور اسلامی نظام کی اس ملک میں عملاً اجراء و نفاذ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی جس کی خاطر کروڑوں مسلمانوں نے جان و مال ملک و وطن کی قربانیاں دیں اور جن کے سامنے قیامِ پاکستان کا مقصد صرف اور صرف انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں اسلام اور اس کے تمام مقتضیات کی حکمرانی کا حسین نقشہ رکھا گیا تھا۔ اب تک اس عہد و میثاق کو پسِ پشت ڈالدینے کے ہولناک نتائج نہ صرف ملک بلکہ پوری دنیا نے دیکھ لئے اور آئندہ کی خبر خدائے خبیر و علیم کو ہے۔

۲۔ دوسرا بل بھی اسمبلی کے ایک عالم رکن کا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ زنا کے لئے شریعت کے مطابق احکام وضع کئے جائیں اور اسے چکلے میں ہو یا کلبوں میں جہاں کہیں بھی ہو قابلِ دست اندازی پولیس جرم سمجھا جائے اور شرعی طریقہ کے ثبوت کے بعد زانی اور زانیہ کو شریعت کے مطابق سزا دی جائے۔ یہ بل بھی مسترد کر دیا گیا اور پچھلے بل کی طرح حزبِ اختلاف نے اپنی ناراضگی اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اسمبلی سے واک آؤٹ کیا، زنا جیسی فاحشہ جس کے عقلی و نقلی قباحتوں پر صرف مسلمان نہیں ہر عقلِ سلیم رکھنے والا مذہب اور معاشرہ متفق ہے اگر حکومت واقعی معاشرہ کی تطہیر چاہتی ہے تو اس بل کو منظور کر کے اپنے حسنات کا اضافہ کر سکتی تھی۔ خاص طور سے جب کہ اس کے محرک بھی حکومت کا مخالف نہیں ایک ہمنوا بزرگ تھے۔ مگر افسوس ہم فحاشی کے فروغ کے خلاف تحریک چلانے کی باتیں تو کرتے ہیں مگر ابلاغ عامہ، لٹریچر و صحافت غرض ہر ذریعۂ ابلاغ سے اسے پھیلانے میں بھی پیش پیش ہیں، ہم اخلاق و حیا اور پاکیزہ معاشرہ کا وعظ بھی کرتے رہتے ہیں۔ مگر عملاً عورتوں کو پردہ سے نکال کر مخلوط اور عریاں معاشرہ کے علمبردار اور داعی بھی بننا چاہتے ہیں ——۔

۳۔ تیسرا بل اسمبلی کے ایک اور بزرگ عالم نے اس غرض سے پیش کیا تھا کہ آئین میں مسلمان اور غیر مسلم کے مفہوم متعین کرنے میں جو التباس، ابہام اور الجھاؤ پیدا ہو سکتا ہے اسے رفع کیا جائے اور غیر مبہم انداز میں واضح کر دیا جائے کہ پاکستان کی آئینی اور قانونی اغراض کے لئے کس بنا پر کسی شخص کو دائرہ اسلام کے اندر متصور